سبز خواب،
خشک حقیقت

تحقیق و تحریر: دانیال ندیم

پیشکش: سوک فریمز

تعاون: منارہ پالیسی اینڈ پریکٹس

جب سلیم بیس برس بعد اپنے گاؤں لوٹا تو دور سے سب کچھ پہلے سے زیادہ خوش حال دکھائی دیا۔

جہاں کبھی پیلی گھاس اور گرد اڑتی تھی، وہاں سبز کھیت حد نظر تک پھیلے تھے۔ بڑے بڑے چھڑکاؤ والے پائپ دھوپ میں گھومتے اور پانی کو باریک بوندوں کی صورت فصلوں پر برساتے تھے۔ سڑک کے کنارے زرعی ادویات، مشینوں اور پمپوں کی نئی دکانیں کھل چکی تھیں۔

سلیم نے گاڑی روک کر گہرا سانس لیا۔

"گاؤں بدل گیا،" اس نے کہا۔

اس کے والد، بشیر خان، مسکرائے۔ "پانی آیا تو قسمت بھی آ گئی۔"

کبھی اس علاقے کی کھیتی بارش کی محتاج تھی۔ فصل ہوتی تو گھر چلتا، نہ ہوتی تو لوگ شہروں کی طرف مزدوری کے لیے نکل جاتے۔ پھر گہرے ٹیوب ویل لگے۔ پہلے گندم اور چارہ اگا، پھر مکئی اور دوسری زیادہ پانی مانگنے والی فصلیں۔ آمدن بڑھی، زمین کی قیمتیں چڑھیں اور لوگ واپس آنے لگے۔

بشیر خان بھی انہی کسانوں میں تھے جنھوں نے قرض لے کر طاقتور پمپ لگایا تھا۔ چند برس میں انہوں نے کچا گھر پکا کر لیا، ٹریکٹر خرید لیا اور سلیم کو پڑھنے شہر بھیج دیا۔

"یہ سب اسی پانی کی برکت ہے،" وہ اکثر کہتے۔

مگر اس شام سلیم نے کھیت کے کنارے موٹر کی آواز سنی تو چونک گیا۔ آواز بھاری اور بے ترتیب تھی۔ پائپ سے نکلنے والا پانی پہلے کی طرح تیز نہ تھا۔

"پمپ خراب ہے؟"

بشیر خان نے نظریں پھیر لیں۔ "پانی کچھ نیچے چلا گیا ہے۔ اگلے مہینے بور مزید گہرا کروائیں گے۔"

"کتنا گہرا؟"

"جتنا ضروری ہوا۔"

اگلے دن سلیم پرانے دوست ندیم سے ملا، جو پمپوں کی مرمت کرتا تھا۔ اس کی دکان کے باہر جلے ہوئے موٹروں اور زنگ آلود پائپوں کا ڈھیر تھا۔

"کام تو خوب چل رہا ہوگا،" سلیم نے کہا۔

ندیم ہنسا، مگر اس ہنسی میں خوشی نہ تھی۔ "پمپ جتنے گہرے ہوتے ہیں، خرابی اتنی جلدی آتی ہے۔ بجلی زیادہ، ڈیزل زیادہ، پانی کم۔"

"لوگ فصلیں کیوں نہیں بدلتے؟"

"کیونکہ قرض انہی فصلوں سے لیا تھا۔ اب قرض اتارنے کے لیے وہی فصل اگانی پڑتی ہے، اور اسے اگانے کے لیے مزید پانی چاہیے۔"

سلیم نے پہلی بار محسوس کیا کہ سبز کھیت خوش حالی کے ساتھ ساتھ مجبوری بھی ہو سکتے ہیں۔

چند ہفتے بعد نئی بورنگ شروع ہوئی۔ مشین زمین میں اترتی گئی، مگر پانی توقع سے کم نکلا۔ ٹھیکیدار نے کہا، "مزید نیچے جائیں تو بہتر دھارا مل سکتا ہے۔"

بشیر خان نے فوراً ہامی بھر دی۔

سلیم نے اعتراض کیا۔ "ہم ہر بار یہی کرتے ہیں۔ پانی نیچے جاتا ہے تو ہم اس کے پیچھے اور نیچے چلے جاتے ہیں۔ یہ سلسلہ کہاں رکے گا؟"

والد نے سخت لہجے میں کہا، "تم شہر میں بیٹھ کر کھیتی نہیں سمجھ سکتے۔ فصل سوکھ گئی تو قرض کون دے گا؟"

"اور اگر کنواں خالی ہو گیا تو؟"

"زمین کے نیچے بہت پانی ہے۔ ہم نے چالیس سال نکالا ہے۔"

"لیکن چالیس سال میں واپس کتنا گیا؟"

بشیر خان خاموش ہو گئے۔

اسی موسم میں پڑوسی اکرم کا پمپ بند ہو گیا۔ اس کے پاس بور گہرا کرنے کے پیسے نہ تھے۔ اس نے آدھی زمین بیچ دی اور خاندان سمیت شہر چلا گیا۔ چند ماہ بعد ایک اور کسان نے ٹریکٹر فروخت کیا۔ بازار میں ادھار بڑھنے لگا۔

گاؤں باہر سے اب بھی سبز تھا، مگر اس سبز رنگ کے نیچے زمین خالی ہوتی جا رہی تھی۔

ایک رات موٹر اچانک رک گئی۔ بشیر خان نے کئی بار سوئچ دبایا، مگر پائپ سے صرف ہوا اور ریت نکلی۔ اگلی آب پاشی کے بغیر فصل کا بڑا حصہ خراب ہو سکتا تھا۔

وہ موٹر کے پاس زمین پر بیٹھ گئے۔ سلیم نے پہلی بار اپنے والد کو اتنا بے بس دیکھا۔

"اگر شروع میں ہمیں معلوم ہوتا کہ پانی کم ہو رہا ہے،" بشیر خان نے آہستہ سے کہا، "تو شاید ہم اتنی زمین پر یہ فصل نہ لگاتے۔"

سلیم نے کہا، "اب بھی دیر ضرور ہوئی ہے، مگر شاید سب کچھ ختم نہیں ہوا۔"

اگلے دن گاؤں کی بیٹھک بلائی گئی۔ کچھ کسانوں نے نئے اور زیادہ گہرے اجتماعی کنویں کی تجویز دی۔ سلیم نے کہا، "بڑا پمپ مسئلے کو صرف چند سال آگے لے جائے گا۔"

ندیم نے اپنے مرمتی رجسٹر دکھائے۔ ہر سال بور کی اوسط گہرائی بڑھ رہی تھی اور دھارا کم ہو رہا تھا۔ کسانوں نے پہلی بار اپنی الگ الگ مشکلات کو ایک مشترک نقشے میں دیکھا۔

فیصلہ آسان نہ تھا۔ کوئی اپنی فصل کم نہیں کرنا چاہتا تھا۔ کسی کو قرض کا خوف تھا، کسی کو زمین کی قیمت گرنے کا۔

آخر چند اصول طے ہوئے: زیادہ پانی مانگنے والی فصل کا رقبہ مرحلہ وار کم ہوگا، پمپ چلانے کے اوقات درج کیے جائیں گے، کھیتوں کی آب پاشی بہتر کی جائے گی اور ہر بچایا ہوا قطرہ مزید رقبہ بڑھانے میں استعمال نہیں ہوگا۔ کم پانی والی فصلوں کے لیے خریدار تلاش کرنے کی ذمہ داری بھی مشترکہ کمیٹی نے لی۔

بشیر خان نے سب سے پہلے اپنے کھیت کا ایک حصہ خالی چھوڑنے کا اعلان کیا۔

لوگ حیران ہوئے۔

"اتنی اچھی زمین ضائع کریں گے؟" کسی نے پوچھا۔

انہوں نے خشک کنویں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا، "زمین خالی دکھائی دے تو ضروری نہیں کہ ضائع ہو رہی ہو۔ کبھی اسے زندہ رکھنے کے لیے بھی کچھ جگہ چھوڑنی پڑتی ہے۔"

اگلے موسم میں گاؤں پہلے جتنا سبز نہیں تھا۔ کچھ کھیتوں میں کم پانی والی فصلیں تھیں، کچھ حصے آرام کے لیے چھوڑے گئے تھے۔ آمدن بھی فورا بحال نہ ہوئی۔

مگر رات کے وقت موٹریں پہلے کی طرح اندھا دھند نہیں چلتی تھیں۔

ایک شام سلیم اپنے والد کے ساتھ کھیت کے کنارے کھڑا تھا۔ دور چند سبز قطعوں کے درمیان بھوری زمین دکھائی دے رہی تھی۔

بشیر خان نے کہا، "پہلے مجھے خالی زمین سے ڈر لگتا تھا۔"

"اب؟"

انہوں نے جواب دیا، "اب خالی کنویں سے زیادہ لگتا ہے۔"

ماخذی نوٹ

یہ کہانی World Bank کی رپورٹ "Continental Drying: A Threat to Our Common Future" میں بیان کردہ شواہد، مشاہدات اور بنیادی نکات سے اخذ کی گئی ہے۔ اس کا مقصد رپورٹ میں پیش کیے گئے مسائل کو عام قارئین کے لیے ایک بیانیہ انداز میں پیش کرنا ہے۔

کہانی رپورٹ کے اس تجزیے سے متاثر ہے کہ آپ پاشی ابتدا میں خشک سالی سے تحفظ اور آمدن میں اضافہ کر سکتی ہے، لیکن بے ضابطہ زیرزمیں پانی کے استعمال، زیادہ پانی طلب کرنے والی فصلوں کے پھیلاؤ اور مسلسل گہری ہوتی بورنگ کے باعث یہی نظام طویل مدت میں مزید عدم تحفظ پیدا کر سکتا ہے۔

رپورٹ پانی کی حقیقی بچت کو مؤثر نگرانی، اخراج کی حدود، فصلوں کی تبدیلی اور بہتر آبی انتظام سے جوڑتی ہے۔

اس کہانی کے کردار، گاؤں اور تمام واقعات مکمل طور پر فرضی ہیں۔